بچوں کی ذہنی تربیت کے لیے ان کی عمر، نفسیات اور ذہانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو ادب تخلیق کیا جاتا ہے اسے ادب اطفال یا بچوں کا ادب کہا جاتا ہے۔ یہ ادب ان کی ذہنی تربیت کے ساتھ ساتھ ان کے ذوق کی تربیت بھی کرتا ہے۔ قصے کہانیاں، ڈرامے، مضامین اور نظمیں نہ صرف ان کو تفریح کا سامان فراہم کرتی ہیں بلکہ انھیں اچھا انسان اور ذمہ دار شہری بننے میں بھی مدد کرتی ہیں۔ ان میں اچھے برے کی تمیز پیدا ہوتی ہے اور انھیں زندگی میں آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ ان کے ذریعے بچوں میں ادبی ذوق بھی پروان چڑھتا ہے۔ بچوں کی ہمہ جہت ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ابتدا سے ہی ان کی نفسیات، ضروریات اور ذہنی میلان کو ملحوظ رکھتے ہوئے انھیں ایسی کتابیں فراہم کی جائیں جو تفریح کے علاوہ ان کی معلومات میں بھی اضافہ کریں۔

اردو میں بچوں کے ادب کے ابتدائی نقوش امیر خسرو سے منسوب منظوم لغت 'خالق باری'، پہیلیوں، کہہ مکرنیوں اور دوسخنوں میں ملتے ہیں۔ ہر چند کہ ادب کے علما اور محققوں نے ان سب کو الحاقی اور فرضی قرار دیا ہے۔ نظیر اکبرآبادی کی بعض نظمیں مثلاً 'ایّام طفلی'، 'معصوم بھولے بھالے'، 'گلہری کا بچہ'، 'ریچھ کا بچہ'، 'ہرن کا بچہ' وغیرہ بچوں کے ادب میں شمار ہوتے ہیں۔ انیسویں صدی کی آخری دہائیوں بچوں کے ادب کی طرف توجہ دی۔ مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی اسمٰعیل میرٹھی نے باضابطہ طور پر بچوں کے ادب کو موضوع بنایا۔ محمد حسین آزاد نے بچوں کے لیے نظمیں اور مضامین لکھنے کے ساتھ ساتھ ان کے لیے درسی کتابیں بھی تیار کیں۔ درسی کتابیں تیار کرنے کے ضمن میں انھوں نے زبان سکھانے کے علاوہ اخلاقی تربیت پر بھی توجہ دی۔ بچوں کی دلچسپی کے لیے انھوں نے کتابوں میں خاکوں اور تصاویر سے بھی کام لیا۔ یہ تصاویر اُن کے لیے مشہور انگریزی ادیب روڈیارڈ کپلنگ (Rudyard Kipling) کے والد جان کپلنگ نے تیار کیں۔ ان کی مرتب کردہ کتابیں بچوں میں خوب مقبول ہوئیں۔ مولانا محمد حسین آزاد کی نظموں میں 'ہے امتحان سر پر کھڑا'، 'شبِ سرما'، 'شبِ ابر'، 'سلام علیک'، 'جیسا چاہو سمجھ لو' وغیرہ اور نثری مضامین میں 'نصیحت کا کرن پھول'، 'آئینۂ صحت'،

'دھوبی کپڑے دھورہا ہے'، 'لڑکا مدرسے جاتا ہے'، 'صبح کی ہواخوری'، 'مرغ'، 'گلہری' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔اسکول کے طلبا کے لیے انھوں نے تاریخ کی ایک کتاب 'قصص ہند' بھی مرتب کی۔اس زمانے میں منشی پیارے لال آشوب، ڈپٹی نذیراحمد اور خواجہ الطاف حسین حالی نے بھی بچوں کے لیے ادب تخلیق کیا۔منشی پیارے لال آشوب نے 'اردو کی تیسری کتاب' اور 'اردو کی چوتھی کتاب' مرتّب کی۔ڈپٹی نذیراحمد نے 'منتخب الحکایات' اور 'چند پند' مرتّب کیں۔پہلی کتاب میں اصلاحی قصے ہیں جب کہ دوسری کتاب میں روزمرہ زندگی سے تعلق رکھنے والی باتوں مثلاً صفائی، لالچ، تکبّر وغیرہ موضوعات پر آسان زبان میں مضامین پیش کیے گئے ہیں۔

مولانا الطاف حسین حالؔی (1837-1914/15): انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے بچوں کو اچھے اخلاق، سچائی، ایمانداری، حبّ الوطنی، قوم پرستی اور اتحاد و اتفاق کا درس دیا ہے۔'خدا کی شان'، 'کہنا بڑوں کا مانو'، 'جواں مردی کا کام'، 'میں کیا بنوں گا'، 'سپاہی'، 'چٹھی رساں'، 'دھان بونا'، 'مرغی اور اس کے بچے'، 'راست گوئی'، 'امید' وغیرہ ان کی مشہور نظمیں ہیں۔انھوں نے لڑکیوں کی تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر ایک درسی کتاب ''مجالس النسا'' بھی مرتب کی۔ ان کی نظموں کی زبان سادہ، عام فہم اور رواں ہے۔

اسمٰعیل میرٹھی (1843/44-1917) : اسمٰعیل میرٹھی کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی۔انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد میرٹھ کے نارمل اسکول میں داخلہ لیا۔پھر رڑکی کالج میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔1860 سے 1867 کے درمیان انھوں نے میرٹھ میں انسپکٹر آف اسکول کی خدمات انجام دیں۔ان کو ادبِ اطفال میں سب سے نمایاں مقام حاصل ہے۔مولوی اسماعیل میرٹھی نے بچوں کے ادب پر خصوصی توجہ دی اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے درسی کتب مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ نظمیں، حکایتیں اور کہانیاں بھی لکھیں۔انھوں نے 'اردو زبان کا قاعدہ' اور 'اردو کی پہلی کتاب' تیار کی۔اس کے بعد اسی سلسلے کی چار اور کتابیں مرتّب کیں۔یہ کتابیں بے حد مقبول ہوئیں اور ان کے سیکڑوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔آج بھی ان کی افادیت و مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں کی خوبی یہ ہے کہ ان کی زبان نہایت آسان اور سادہ ہے۔اس میں مختلف عمر کے بچوں کی دل چسپی کا سامان موجود ہے۔ان نظموں کے ذریعے اخلاقی اقدار کے فروغ، بچوں میں برے بھلے کی تمیز، سچائی، ایمانداری اور خلوص پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔عام زندگی سے تعلق رکھنے والی چھوٹی چھوٹی چیزوں کو موضوع بنا کر انھوں نے اعلیٰ قدروں کا درس دیا ہے۔اسمٰعیل میرٹھی کی نظموں میں 'جگنو اور بچہ'، 'بارش کا پہلا قطرہ'،

'گائے'، 'ایک گدھا شیر بنا'، 'ایک پودا اور گھاس'، 'پن چکّی'، 'ایک وقت میں ایک کام'، 'اسلم کی بلّی'، 'ہمارا کتا' وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ ان کی نظموں کے بہت سے اشعار آج بھی لوگوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔

علّامہ محمد اقبال (1873/77-1938) : بچّوں کے ادب کے ضمن میں اقبال کا نام بھی بہت اہم ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے اصلاحی، اخلاقی اور وطنی نظمیں لکھیں۔ وہ بچوں کی تربیت اس نہج پر کرنا چاہتے تھے کہ ان میں سچائی، ایمانداری، ہمدردی، خلوص اور عاجزی وانکساری کی خوبیاں پیدا ہوں۔ ان میں وطن دوستی اور انسان دوستی کا جذبہ فروغ پا سکے۔ وہ برائی سے بچیں اور اچھائی کی طرف راغب ہوں۔ ان نظموں کی زبان سادہ، رواں اور بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق ہے۔ اقبال کی نظموں میں مقصدیت نمایاں ہے۔ لیکن یہ مقصدیت ان کی نظموں کے لطف و اثر میں کمی نہیں آنے دیتی۔ 'ایک پہاڑ اور گلہری'، 'ایک گائے اور بکری'، 'ایک مکڑا اور مکّھی'، 'ہمدردی'، 'پرندے کی فریاد'، 'ہندوستانی بچوں کا قومی گیت'، 'نیا شوالہ'، 'ایک پرندہ اور جگنو'، 'بچے کی دعا'، 'ترانۂ ہندی' اور 'ماں کا خواب' وغیرہ ان کی مشہور نظمیں ہیں۔

چکبست لکھنوی (1882-1926) : ان کا بچوں کے ادب میں بھی اہم مقام ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں ہندوستان کی قدیم تاریخ، یہاں کے قدرتی مناظر اور تاریخی و مذہبی شخصیات کو موضوع بنایا ہے۔ سادگی اور سلاست سے بھر پور ان کی نظمیں وطن سے محبت کا درس دیتی ہیں۔ ان کے مجموعۂ کلام 'صبحِ وطن' میں بچوں کے لیے بہت سی نظمیں ملتی ہیں جن میں 'ہمارا وطن'، 'خاکِ ہند'، 'وطن کو ہم، وطن ہم کو مبارک'، 'گائے' اور 'پھول مالا' خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

تلوک چند محروم (1887-1966) : بچّوں کے ادب میں ان کا نام بھی اہم ہے۔ وہ درس و تدریس سے وابستہ تھے اور بچوں کے ذہن ونفسیات کا انھوں نے قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔ انھوں نے اپنی نظموں کے ذریعے بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی ذہنی نشو ونما پر بھی توجہ دی۔ محروم نے اعلیٰ اخلاقی قدروں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وطن پرستی، قومی یکجہتی، مذہبی رواداری، مساوات اور بھائی چارے کا درس دیا۔ محروم کی زبان سادہ اور آسان ہے۔ ان کے شعری مجموعوں 'بہارِ طفلی' اور 'بچوں کی دنیا' میں رنگا رنگ موضوعات پر نظمیں ملتی ہیں۔ 'خدا کا شکر'، 'سویرے اٹھنا'، 'محنت'، 'صفائی'، 'ہم ہرگز جھوٹ نہ بولیں گے'، 'اچھا بچہ'، 'پہلے کام پیچھے آرام'، 'استاد کی چھڑی'، 'وقت کی پابندی'، 'بہار' اور 'نرم گفتاری' وغیرہ ان کی نمائندہ نظمیں ہیں۔

افسر میرٹھی (1895-1974): حامد اللہ افسر میرٹھی کی پیدائش میرٹھ میں ہوئی۔ انھوں نے مدرسۂ عالیہ عربیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈپٹی نذیر احمد سے تربیت حاصل کی۔ اس کے بعد میرٹھ کالج سے بی اے کیا۔ علی گڑھ مسلم

یونیورسٹی میں ایم۔اے میں داخلہ لیا لیکن خرابی صحت کے باعث کورس کی تکمیل نہ کر سکے۔ 1927 میں جوبلی کالج لکھنو میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ 1950 میں ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد لکھنؤ ہی میں مستقل قیام رہا۔ وہ چونکہ پیشے سے معلم تھے اس لیے بچوں کی نفسیات، عادات واطوار، ان کی دلچسپیوں، ضرورتوں اور مسائل سے بخوبی واقف تھے۔

افسر میرٹھی کا شمار بچوں کے ادب کے صف اول کے ادیبوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے اصلاحی اور اخلاقی کہانیاں، حبّ الوطنی اور قومی یکجہتی کے جذبات کو فروغ دینے والی نظمیں لکھیں۔ ان کی زبان اس قدر آسان اور عام فہم ہے کہ انھیں سمجھنے میں بچوں کو کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی۔ 'اسکول کی گھڑی'، 'صبح کی دعا'، 'چاند کا بچہ'، 'ہمارا چمن'، 'ماں کا پیار'، 'میاؤں میاؤں'، اور 'خضر کا کام کروں راہنما بن جاؤں' ان کی اہم نظمیں ہیں۔

افسر میرٹھی نے بہت سی دلچسپ کہانیاں اور معلوماتی مضامین بھی لکھے ہیں۔ 'چار چاند' اور 'جانوروں کی عقل مندی' ان کی کہانیوں کے مجموعے ہیں۔

ذاکر حسین (1969-1897): ڈاکٹر ذاکر حسین خاں کا آبائی وطن قائم گنج، فرخ آباد ہے۔ وہ حیدر آباد میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی اسکولِ اِٹاوہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ علی گڑھ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور وہیں لیکچرر مقرر ہو گئے۔ 1920 میں جب علی گڑھ میں جامعہ ملّیہ اسلامیہ قائم ہوا تو وہ اس سے وابستہ ہو گئے۔ 1926 میں جرمنی سے پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔ پہلے جامیہ ملیہ اسلامیہ، دہلی اور پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے۔ 1957 میں بہار کے گورنر بنائے گئے۔ پھر 1962 میں نائب صدرِ جمہوریہ اور 1967 میں صدرِ جمہوریہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ انھیں ہندوستان کا سب سے بڑا قومی اعزاز 'بھارت رتن' بھی پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر ذاکر حسین کا بچوں کے ادب سے گہرا تعلق رہا ہے۔ وہ بچوں کو قوم اور ملک کا سب سے اہم اور قابلِ قدر اثاثہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے اس اثاثے کی حفاظت، بہتر نگہداشت اور تربیت پر خصوصی توجہ دی۔ ان کے ایما پر مکتبہ جامعہ دہلی سے شائع ہونے والے رسالے ''پیامِ تعلیم'' کو بچوں کا رسالہ بنایا گیا۔ اس میں ان کی تحریریں بھی شائع ہوتی تھیں اور وہ دوسروں کو بھی اس کے لیے لکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ ذاکر صاحب نے ابتدا میں اپنی بیٹی رقیّہ ریحانہ کے نام سے کہانیاں لکھیں جو پیامِ تعلیم میں شائع ہوئیں۔ ان کی تحریروں میں دلچسپی اور اخلاقی درس دونوں عناصر موجود

ہیں۔زبان اور اسلوب کے اعتبار سے بھی ان کی کہانیاں قابلِ قدر ہیں۔ان کی مشہور کہانیوں میں 'ابّو خاں کی بکری'، 'مرغی اجمیر چلی'، 'کچھوا اور خرگوش' اور 'پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی' شامل ہیں۔ذاکر حسین نے ڈرامے بھی لکھے۔'امانت' اور 'کھوٹا سکہ' ان کے مشہور ڈرامے ہیں۔'امانت' کو بچّوں کا پہلا ڈراما قرار دیا جاتا ہے۔

شفیع الدین نیّر (1903-1978) : محمد شفیع الدین نیّر کی پیدائش اترولی، ضلع علی گڑھ میں ہوئی۔ان کا شمار ان ادیبوں میں ہوتا ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی بچوں کے ادب کے لیے وقف کر دی۔انھوں نے بچوں کے ادب کو ایک مقدس قومی اور انسانی فریضہ سمجھا اور اسمٰعیل میرٹھی کے عظیم مشن کو آگے بڑھایا۔وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں سیکنڈری اسکول کے معلم تھے۔وہ بچوں کی نفسیات، رجحانات، پسند و ناپسند اور جذبات سے بخوبی واقف تھے۔انھوں نے بچوں کی تفریح اور ان کی اخلاقی تعلیم اور ذہنی نشو و نما کے لیے کثیر تعداد میں نظمیں، کہانیاں، ڈرامے اور معلوماتی مضامین لکھے۔ان کی ایک اہم خوبی یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں ہر عمر کے بچوں کی پسند کی تخلیقات مل جاتی ہیں۔ان کی نظموں میں آسانی سے یاد ہو جانے کی خصوصیت بھی موجود ہے۔ان کی تحریروں میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی اخلاقی پیام ہوتا ہے جسے وہ بچوں کی ہی زبان میں پیش کرتے ہیں۔ان کی نظموں میں نغمگی اور روانی ہے۔'بچوں کا تحفہ'، 'وطنی نظمیں'، 'اسلامی نظمیں'، 'اخلاقی نظمیں'، 'منّی کا گیت' اور 'بچوں کا کھلونا' ان کی نظموں کے اہم مجموعے ہیں۔

نیّر نے مختلف عمر کے بچوں کے لیے خاصی تعداد میں دلچسپ کہانیاں بھی لکھی ہیں۔اس ضمن میں ان کی کوشش رہی ہے کہ بچوں میں کہانی کے وسیلے سے مطالعے کی عادت پڑے اور عمر کے ساتھ ساتھ ان کے ذخیرۂ الفاظ میں بھی اضافہ ہو۔'تارہ کا ڈنڈا'، 'پرستان کی سیر'، 'ریڈیو کا بھوت'، 'بونے کا انصاف'، 'مکھن کا ڈبہ'، 'ڈھول کا پول' اور 'بدّھو کی بیوی' ان کی کہانیوں کے مشہور مجموعے ہیں۔

کرشن چندر (1914-1977) : انھوں نے خاصی تعداد میں بچّوں کے لیے کہانیاں، ناول اور ڈرامے لکھے ہیں۔ان کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے سائنس فکشن اور فنتاشیے سے اردو ادبِ اطفال کو متعارف کرایا اور جدید سائنسی اور تکنیکی دنیا سے بچوں کو واقف کرانے کی کوشش کی۔ان کی زیادہ تر کہانیاں اور ناول تمثیلی اور طنزیہ پیرایے میں ہیں جن میں مزاح کا پہلو بھی شامل ہے۔ان کی تخلیقات کی زبان اور اسلوب بچوں کے مزاج سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔'سونے کی بکری'، 'سونے کا سیب'، 'شیطان کا تحفہ'، 'بیوقوف امیر'، 'بیوقوف بڑھیا' وغیرہ ان کی مشہور کہانیاں ہیں۔'گیند' ان کا اہم ڈراما ہے۔'ستاروں کی سیر'، 'چڑیوں کی الف لیلہ' اور 'الٹا درخت' ان کے دلچسپ ناول ہیں۔

قرۃ العین حیدر (1926/27-2007): اردو میں بچّوں کے ادب کو ہمیشہ اچھے لکھنے والوں کا تعاون حاصل رہا ہے۔ جدید دور میں قرۃ العین حیدر اردو فکشن کا ایک بڑا نام ہے۔انھوں نے بھی اس سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ’بھیڑیے کے بچے‘، ’شیر خاں‘، ’میاں ڈھینچو کے بچے‘، ’بہادر‘، ’ایک پرانی کہانی‘ وغیرہ ان کی معروف کہانیاں ہیں۔انھوں نے ایل لاگن کے انگریزی ناول کا ترجمہ ’جن حسن عبدالرحمٰن‘ کے عنوان سے کیا جو سائنس فکشن کی بہترین مثال ہے۔ان کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے بڑوں کے لیے جو کتابیں لکھیں ان میں عالمانہ اور فلسفیانہ اسلوب اپنایا لیکن بچوں کی کتابوں میں ان کی ذہنی صلاحیت، عمر، نفسیات اور دلچسپی کا پورا خیال رکھا اور آسان زبان استعمال کی۔

بچوں کے ادب میں پریم چند، سدرشن، امتیاز علی تاج، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر عابد حسین، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، حفیظ جالندھری، عبدالغفار مدھولی، میرزا ادیب، سراج انور، اطہر پرویز، وغیرہ ادیبوں اور شاعروں کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں۔

’پیامِ تعلیم، کھلونا‘، ’پھلواری‘، ’پھول‘، ’نور‘، ’نونہال‘، ’بچوں کی دنیا‘، ’غنچہ‘، ’ٹافی‘، ’چاند‘ اور ’امنگ‘ جیسے رسائل نے بھی بچّوں کے ادب کی ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح معنوں میں ادب کو بچوں سے جوڑنے کا کام انھی رسائل نے انجام دیا ہے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔